7

خدمتِ دین کرنے والے نوجوانوں سے خطاب

شادی، اَولاد اور دیگر معاملات میں سلسلہ کے مفاد کو بہر حال مقدّم رکھو
پاکستانی احمدیوں کی طرح بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں کو بھی مالی قربانی میں باقاعدگی کے ساتھ حصہ لینا چاہیے

(فرمودہ 17 فروری 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے گزشتہ خطبات میں جامعۃ المبشرین کے طلباء کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ انہیں اپنے دماغوں سے کام لے کر سلسلہ سے تعاون کرنا چاہیے اور پھر یہ بھی بتایا تھا کہ طلباء کے متعلق بعض غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں جو دور ہوگئی ہیں۔ کیونکہ طلباء نے متفقہ طور پر اپنے پرنسپل کی معرفت ایک درخواست دی ہے جس میں انہوں نے اس قسم کے خیالات سے براءت کا اظہار کیا ہے۔ پس جہاں تک اس معاملہ کا تعلق تھا وہ تو ختم ہو چکا ہے لیکن اسی سلسلہ میں مَیں آج طلباء کو ایک اَور بات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔

طلباء کو یہ امر اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے تعاون کے بغیر تبلیغ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آج وہ اپنے آپ کو لڑکا سمجھتے ہیں لیکن چونکہ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے

اس لیے ایک وقت آئے گا کہ جو طالبعلم اب دین سیکھیں گے اور اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں گے مرکز کی کلیدی آسامیاں انہی کے پاس جائیں گی اور انہی کا کام ہوگا کہ وہ مرکز کے اہم ترین کام سرانجام دیں۔ چاہے انہیں وہ کام ملک کے اندر رہ کر سرانجام دینے پڑیں یا ملک سے باہر رہ کر۔ اِس وقت ہمارے جو مبلغ ہیں وہ مرکز سے باہر رہ کر تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب مرکز کو ان کی ضرورت ہوگی اور باہر تبلیغ کرنے کی بجائے ان کا مرکز میں رہ کر خدمات بجا لانا زیادہ مفید ہوگا۔ اُس وقت انہیں مرکز میں بلا کر سلسلہ کے کلیدی کام سپرد کیے جائیں گے۔

اِس سلسلہ میں مَیں غور کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ جو مبلغین باہر جاتے ہیں اُن پر وہاں شادی کے بغیر رہنا گراں گزرتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے بعض مبلغ دس دس گیارہ گیارہ سال باہر رہ کر کام کرتے رہے ہیں اور اُن کے بیوی بچے ساتھ نہیں تھے اور انہوں نے کام بھی نہایت شاندار کیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں اِس وقت یہ حالت کیوں پیدا ہوگئی ہے کہ مبلغین پر بغیر بیویوں کے باہر رہنا گراں گزرتا ہے۔ بہرحال سب لوگ ایک ہی رنگ کے نہیں ہو سکتے۔ بعض مبلغ ایسے تھے جنہوں نے بیوی بچوں سے جُدا رہ کر سالہاسال تک کامیاب طور پر تبلیغ کا کام کیا لیکن اِس وقت جو مبلغ باہر ہیں ان میں سے بعض زیادہ دیر تک بغیر شادی کے رہنا برداشت نہیں کر سکے۔ ویسے وہ بہت اچھے مبلغ ہیں اور انہوں نے عمدہ کام کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے مرکز سے اجازت لے کر امریکہ اور یورپ میں شادیاں کر لی ہیں۔ جہاں تک شادی کا سوال ہے یہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ لیکن یورپ میں شادی کرنا دو لحاظ سے خطرناک طور پر مُضر ہے۔ ایک تو اس لحاظ سے کہ یورپین عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں پر اُن کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ مبلغ جنہوں نے یورپ میں شادیاں کی تھیں میرے وہاں جانے پر بعض لوگوں نے اُن کے متعلق اعتراض کیا کہ جب مبلغوں کی اپنی عورتیں پردہ نہیں کرتیں تو دوسروں پر ان کا کیا اثر ہوگا۔ بلکہ انہوں نے یہاں تک کہا کہ یہ مبلغ خود بیویوں کے اثر کے نیچے مغربیت کے رنگ میں رنگین ہو رہے ہیں۔ جہاں تک پردہ کا سوال ہے ہم اِس کا جواب دے سکتے ہیں کہ اگر مبلغ

روحانی لحاظ سے طاقتور ہوگا تو وہ بیوی کی کم پروا کرے گا اور خداتعالیٰ کی زیادہ کرے گا اور اگر کوئی مبلغ ایسا ہے جو بیوی کی زیادہ پروا کرتا ہے اور خداتعالیٰ کے کام کی کم پروا کرتا ہے تو ایسا شخص مبلغ کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

لیکن اِس سے قطع نظر ایک اَور سوال ہے جو مجھے متفکر کر رہا ہے اور وہ یہ کہ ہمیں کچھ عرصہ کے بعد مرکز میں کام کرنے کے لیے کارکنوں کی ضرورت ہوگی اور بیرونی ممالک میں کام کرنے والے مبلغ ہی زیادہ تجربہ کار ہوں گے۔ اس لیے اُنہی کو یہاں بُلا کر مرکزی کاموں پر لگانا پڑے گا۔ اگر مبلغوں نے باہر شادیاں کر لیں تو اُن کی بیویاں یہاں نہیں آئیں گی۔ وہ اَڑ بیٹھیں گی اور کہیں گی کہ ہم اس ملک میں نہیں رہ سکتیں، ہم کچے مکانوں میں گزارہ نہیں کر سکتیں، ہمیں وہاں کا تمدن پسند نہیں، ہمیں فلش سسٹم کی ضرورت ہے لیکن وہاں اس کا رواج نہیں۔ پھر وہاں اچھے اخراجات والی کمیٹی نہیں جو ہر وقت شہر کو بُقعہ نور بنائے رکھے۔ آخر اُس نے زندگی وقف نہیں کی۔ اُس نے صرف ایک واقفِ زندگی سے شادی کی ہے۔ اس لیے اُسے یہاں آنے پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پس میرے نزدیک جتنے مبلغ یورپ میں شادیاں کریں گے وہ مرکز کے کسی کام نہیں آ سکتے۔ وہ مرکز سے یقیناً کھوئے جائیں گے۔ حالانکہ واقفین کا اصل کام یہ ہے کہ وہ مرکز کے کاموں کو سنبھالیں۔ اور جو واقفِ زندگی یورپ میں شادی کر لیتا ہے وہ مرکز میں رہ کر کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے میرے نزدیک جن مبلغین نے یورپ میں شادیاں کی ہیں وہ مرکز سے کھوئے گئے ہیں۔ ہاں! جن مبلغین نے عرب ممالک میں شادیاں کی ہیں اُن کے لیے مرکز میں رہ کر کام کرنا مشکل نہیں۔ مثلاً مولوی محمد شریف صاحب فلسطین سے شادی کر کے لائے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں یہاں رہنے میں کوئی دِقّت نہیں ہوگی۔ جہاں تک اُن کی بیوی کے متعلق مجھ پر اثر ہے میں یہی سنتا ہوں کہ وہ یہاں کی جماعت میں ملتی جُلتی ہیں اور یہاں کے تمدن کو وہ اختیار کر رہی ہیں۔ لیکن یورپین عورتوں کے لیے اس تمدن میں رہنا بہت مشکل ہے اس لیے مبلغین کا یہ خیال کر لینا بالکل غلط ہے کہ وہ مرکز کے بُلانے پر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر آ جائیں گے اور وہ انہیں یہاں ناظر، نائب ناظر، وکیل یا نائب وکیل کے طور پر کام کرنے دے گی۔ ان کا یہ خیال نہ صرف خیالِ خام ہے بلکہ میں انہیں

چیلنج کرتا ہوں کہ ان میں سے کوئی ایسا کر کے دکھا دے۔ یہ اس کے اختیار کی بات نہیں بلکہ اُس کی بیوی کے اختیار کی بات ہے۔ اور یورپین عورت ہمارے ملک میں رہنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوسکتی۔ پس اگر ہم مبلغین کو یورپ میں شادیاں کرنے کی اجازت دیں تو وہ ہمارے کام کے نہیں رہیں گے۔ ہم انہیں صرف تبلیغ کے لیے ہی تیار نہیں کرتے بلکہ اس غرض کے لیے بھی تیار کرتے ہیں کہ وہ ضرورت کے وقت مرکز کے اہم کاموں کو سنبھالیں گے کیونکہ مرکز کی حیثیت ایک دماغ کی سی ہے اور تبلیغ بطور ہاتھ کے ہے۔اگر دماغ ہی ماؤف ہو گیا تو ہاتھ کیا کام کریں گے۔ اس لیے دماغ کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور جو مبلغ باہر شادی کر لیتا ہے اُس کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور وہ مرکز میں رہ کر کام نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ہمارے بعض مبلغین جنہوں نے باہر شادیاں کی ہیں اگرچہ وہ اچھے مبلغ ہیں لیکن جہاں تک مرکزی کاموں کا تعلق ہے وہ ہمارے کام کے نہیں رہے کیونکہ ہمارا سابق تجربہ بتا رہا ہے کہ یورپین عورتیں یہاں آ کر گزارہ نہیں کرسکتیں۔چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو دیکھ لو اُن کی طبیعت کس قدر نرم ہے اور وہ کس قدر محبت اور پیار کرنے والے ہیں۔ اُن سے بڑھ کر نرم طبیعت اَور کون شخص ہوگا۔ انہوں نے ایک ڈچ عورت سے شادی کی لیکن وہ یہاں آ کر گزارہ نہ کرسکی اور وہ انہیں چھوڑ کر بھاگ گئی۔ چودھری فتح محمد صاحب سیال نے انگلینڈ میں شادی کی لیکن انہیں اپنی بیوی کو وہیں طلاق دے کر آنا پڑا۔ پس مبلغین کا یہ خیال کر لینا کہ اُن کی بیویاں اُن کے کاموں میں رُکاوٹ پیدا نہیں کریں گی بالکل جھوٹ ہے۔ جب ہمارا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ یورپین عورتوں کے لیے یہاں آ کر رہنا مشکل ہے تو ان کی بیویوں کو کونسے لعل لگے ہوئے ہیں کہ وہ یہاں آ کر گزارہ کرلیں گی۔ سابق تجربہ کی بناء پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ جب بھی انہیں واپس بلایا جائے گا وہ اَڑ بیٹھیں گی اور پھر انہیں یا تو وقف چھوڑنا پڑے گا اور یا بیوی چھوڑنی پڑے گی۔ اور اگر بالفرض وہ یہاں آ جائے گی تو وہ اُسے ایسے لوہے کے چنے چبوائے گی کہ وہ اپنی اس حرکت پر پچھتائے گا اور ربوہ والے بھی چیخ اُٹھیں گے کہ اس عورت سے ہمیں بچاؤ۔ وہ جس مجلس میں بھی جائے گی ناک بھوں چڑھائے گی اور کہے گی کہ یہ کیسا گندہ ملک ہے۔ یہاں یہ رواج ہے کہ عورتیں بڑے خاندان کی ہوں یا چھوٹے خاندان کی وہ غریب عورتوں

سے نفرت نہیں کرتیں بلکہ انہیں پاس بٹھاتی ہیں لیکن یورپین عورت کے پاس اگر کوئی غریب عورت آئے گی تو وہ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہے گی اس کے کپڑے گندے ہیں۔ اس لیے اسے پاس بٹھانا میری شان کے خلاف ہے۔

پس طلباء کے سامنے یہ بڑا اہم سوال ہے کہ اگر وہ باہر جاتے ہیں تو ان کے لیے یہ نہایت مشکل امر ہے کہ شادی کے بغیر لمبا عرصہ وہاں رہ سکیں۔ اور اگر وہاں شادی کرتے ہیں تو ہمارے کام کے نہیں رہتے۔۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ سوال بھی قابلِ غور ہے کہ اگر اُن کے بیوی بچوں کو اُن کے ہمراہ بھیجا جائے تو اخراجات اتنے زیادہ ہو جائیں گے کہ مرکز معطّل ہو کر رہ جائے گا۔ خدا تعالیٰ نے وقف کے ساتھ کچھ ایسی برکت رکھی ہے کہ جس واقفِ زندگی کے متعلق بھی پوچھو اُس کے سات آٹھ سے کم بچے نہیں ہوتے۔ میں نے انڈونیشیا کے ایک مبلغ کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ اُس کے گیارہ بچے ہیں۔ اب اگر گیارہ بچوں کو مبلغ کے ساتھ بھیجا جائے تو مرکز کا دیوالہ نکل جائے گا۔ پس تم اس بات کو یاد رکھو کہ شادی کرنا ایک مسلمان کے لیے بہرحال ضروری ہے لیکن زیادہ بچے پیدا کرنا ضروری نہیں۔ قرآن کریم نے ضبطِ تولید سے صرف اِس صورت میں منع کیا ہے جب کسی شخص کا یہ فعل خشیتِ اِملاق کی وجہ سے ہو۔1 یہ کہیں نہیں لکھا کہ تم دین کی خاطر بھی ضبطِ تولید نہیں کر سکتے۔ اگر تم خشیتِ اِملاق کی وجہ سے بچے پیدا کرنے میں احتیاط سے کام لیتے ہو تو قرآن کریم اس سے منع کرتا ہے لیکن اگر تم یہ احتیاط اس لیے کرتے ہو کہ اس سے تمہاری تبلیغ میں آسانی ہو گی اور سلسلہ پر زیادہ بار نہیں پڑے گا تو قرآن کریم اس سے منع نہیں کرتا۔ قرآن کریم صرف اُس وقت منع کرتا ہے جب ایسا کرنا تنگیٔ رزق کے خوف کی وجہ سے ہو۔ لیکن اگر کوئی واقف اس لیے بچے پیدا کرنے میں احتیاط کرتا ہے کہ تبلیغ میں آسانی ہو تو یہ بات نہ صرف منع نہیں بلکہ اس کے لیے ثواب کا موجب ہے۔

اِسی طرح جب سے ہوائی جہاز نکل آئے ہیں مبلغین نے مرکز سے لڑنا شروع کر دیا ہے کہ ہمارے لیے ہوائی جہاز میں سیٹ ریزرو ہونی چاہیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال تو ایسا گزرا کہ مبلغین کے سفر کے اخراجات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے بجٹ ہی ختم ہو گیا

اور کارکنوں کو دو دو ماہ تک تنخواہیں نہ مل سکیں۔ میں نے دفتر والوں سے کہا کہ پہلے تو مبلغ سمندری جہاز پر جاتے تھے اور وہ بھی تھرڈ کلاس میں سفر کرتے تھے۔ اب ہوائی جہاز کے سفر پر کیوں زور دیا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اب ہوائی جہاز میں سفر کرنے کی رسم پڑ گئی ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ اس رسم کو ہٹانا چاہیے۔ ورنہ اخراجات بہت بڑھ جائیں گے۔ چنانچہ اب مبلغین دوبارہ سمندری جہاز کے ذریعہ جانے لگ گئے ہیں۔ بہرحال یہ ایسے امور ہیں جن پر تمہیں خود بھی غور کرنا چاہیے اور وکالتِ تبشیر کے افسروں سے ملاقات کر کے اُن سے بھی ان امور کے متعلق باتیں کرنی چاہییں۔

میں تمہیں شادیوں سے منع نہیں کرتا لیکن میں یہ تمہیں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر تم یورپ میں شادیاں کرو گے تو وہ عورتیں تمہارے گلے کا ہار ہی نہیں ایک زنجیر بن جائیں گی اور تمہیں ہلنے بھی نہیں دیں گی۔ وہ یا تو تمہیں مرتد کر کے رہیں گی اور یا تم انہیں چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے اور بعد میں اپنے کانوں کو ہاتھ لگاؤ گے اور کہو گے کہ اِس شادی کی مصیبت سے تو بغیر شادی کے رہنا زیادہ اچھا تھا۔ پس تم شادیاں کرو مگر یورپ میں نہیں بلکہ اپنے ملک میں کرو اور پھر اس بات کا خیال رکھو کہ اگر سات سات، آٹھ آٹھ بچے تمہارے ساتھ جائیں گے تو ایک مبلغ کے سفر پر بیس تیس مشنوں کا خرچ آ جائے گا اور اِس طرح تبلیغ ختم ہو جائے گی۔ پس تم ایسے وقت میں شادیاں کرو کہ جب تم تبلیغ کے لیے باہر جاؤ تو یا تو تمہارا کوئی بچہ نہ ہو اور اگر ہو تو صرف ایک بچہ ہو اور جب واپس آؤ تو صرف دو یا تین بچے ہوں تا کہ مرکز پر تمہارے آنے جانے کی وجہ سے زیادہ اخراجات نہ پڑیں۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ میں نے انڈونیشیا کے ایک مبلغ کے متعلق پوچھا کہ کیا اُس کے سات بچے ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کو غلطی لگی ہے اُس کے سات نہیں گیارہ بچے ہیں۔ اب بظاہر یہ تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ چونکہ وہ دُور رہتے ہیں اور اُن کے بچوں کی پیدائش کی خبر ہمیں بہت دیر بعد ملتی ہے اس لیے اس دوران میں اُن کے پہلے بچے بھول جاتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے بعض عورتوں میں ایسا مادہ رکھا ہے کہ وہ زچگی کے بعد خاوند سے ملیں تو فوراً حاملہ ہو جاتی ہیں۔ اگر اس قسم کی کوئی عورت ہو تو اٹھارہ ماہ میں اُس کے ہاں دو بچے ہو جائیں گے اور اگر

اٹھارہ ماہ میں دو بچے پیدا ہوں تو نو سال میں بارہ بچے ہو جائیں گے۔ اب اگر وہ مبلغ نو سال کے بعد اپنے بارہ بچوں سمیت ہوائی جہاز میں سفر کرے تو قریب سے قریب ملک کا کرایہ بھی ایک طرف کا بارہ سَو روپیہ لگتا ہے۔ میاں بیوی کو ملا کر چودہ افراد ہو گئے۔ اگر ایک شخص کا بارہ سَو روپیہ کرایہ لگے تو چودہ افراد کے ایک طرف کے سفر پر سترہ ہزار روپیہ خرچ آئے گا اور اتنا خرچ سلسلہ کے پاس کہاں ہے کہ وہ ہر مبلغ کے آنے جانے پر سترہ سترہ ہزار روپیہ خرچ کرتا پھرے۔

پس تم اِن امور پر غور کرو اور اپنے افسروں سے بھی بحث کیا کرو۔ تمہاری بحث کے نتیجہ میں وہ افسر بھی محسوس کریں گے کہ وہ تمہیں ایسے وقت میں باہر بھیجیں کہ ابھی تمہاری شادی کو پانچ چھ ماہ ہی ہوئے ہوں۔ آخر جب بیوی نے تمہارے ساتھ ہی جانا ہے تو پھر زیادہ عرصہ تک انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ زیادہ عرصہ تو تب انتظار کیا جائے جب مبلغ نے اکیلے جانا ہو۔ اور اگر اس کی بیوی نے ساتھ جانا ہے تو چاہے وہ دوسرے ماہ ہی بھیج دیا جائے اِس پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اگر اس کی شادی پر ایک سال گزر جائے تب بھی زیادہ سے زیادہ اُس کا ایک بچہ ہو گا اور اس کی وجہ سے سلسلہ پر زیادہ مالی بوجھ نہیں پڑے گا۔ لیکن اگر گیارہ گیارہ بچے ہوں تو پھر سلسلہ ان کے اخراجات کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا۔ پس مبلغین کو باہر بھیجنے کا پروگرام ایسے طور پر بنانا چاہیے کہ سلسلہ پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ اِسی طرح تمہیں اپنی بیویوں کو بھی سمجھانا چاہیے کہ بچے بیشک خدا تعالیٰ کی نعمت ہیں لیکن اگر تم زیادہ بچے جنو گی تو نہ صرف سلسلہ کو نقصان ہو گا بلکہ تمہاری صحت بھی خراب ہو جائے گی۔ پس بچوں کی پیدائش کی وجہ سے سلسلہ کے لیے بوجھ مت بنو۔ خدا تعالیٰ نے بچوں کی پیدائش میں احتیاط کرنے سے صرف اُس وقت منع کیا ہے جب فاقہ کے ڈر سے ایسا کیا جائے لیکن اگر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے ایسا کیا جائے تو منع نہیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ عموماً دو قسم کی عورتیں ہوتی ہیں۔ بعض تو اِس قسم کی ہوتی ہیں کہ اِدھر اُن کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اُدھر اُن کے رُقعے آنے شروع ہوئے کہ حضور! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اَور بچہ دے۔ اور بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کے رُقعے آتے ہیں

کہ حضور! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچوں کی پیدائش کو روکے۔ مجھے معلوم نہیں کہ تمہارا ان میں سے کس قسم کی عورت سے واسطہ پڑے گا۔ بہرحال تم اپنی بیویوں کو سمجھاؤ کہ وہ بچے پیدا کرنے میں احتیاط سے کام لیں۔

اِسی طرح اپنے وکیلوں سے بھی باتیں کرتے رہو۔ وہ بھی اکثر اوقات غلطی کا ارتکاب کر جاتے ہیں۔ اگر مبلغ کو شادی کی ابتدا میں ہی باہر بھیج دیا جائے تو سلسلہ پر بچوں کا بوجھ نہیں پڑ سکتا۔ لیکن یہ لوگ انتظار کرتے رہتے ہیں اور جب اس کے ہاں پوری کرکٹ ٹیم بن جاتی ہے تو پھر اُسے باہر بھیجتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اسے آٹھ دس سال پہلے بھیجتے تو نہ صرف وہ اس وقت تک پورا مبلغ بن جاتا بلکہ اخراجات کے لحاظ سے ہمیں بھی سہولت ہوتی۔ کیونکہ اُس کے ہاں صرف ایک یا دو لڑکے ہوتے۔

غرض اگر غور کر کے مبلغین کا پروگرام بنایا جائے اور پھر نوجوانی کی عمر میں ہی مبلغ کو باہر بھیج دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ دو تین افراد کا خرچ سلسلہ پر پڑے گا اور پھر جب اسے واپس بلایا جائے گا تب بھی اُس کے ہاں دو یا تین بچے ہوں گے۔ اسی طرح جتنا خرچ اِس وقت صرف ایک مبلغ کے واپس بلانے یا بھیجنے پر ہوتا ہے اِس سے پانچ مبلغین کے آنے جانے کا خرچ پورا ہو سکے گا اور سب مبلغین کو ایک وقت تک مرکز میں رہنے اوراس سے ہدایات لینے کا موقع مل جائے گا۔

شروع شروع میں جو لوگ سلسلہ کی خدمت کے لیے آگے آئے وہ بھی بڑی عمر کے نہیں تھے بلکہ چھوٹی عمر کے ہی تھے۔ مثلاً مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جب قادیان آئے تو چھوٹی عمر کے ہی تھے۔ پھر وہیں رہ کر انہوں نے ترقی کی اور سلسلہ میں خاص مقام حاصل کر لیا۔ حضرت خلیفہ اول بھی جب قادیان آئے تو آپ کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ پھر مولوی محمد علی صاحب آئے، مولوی شیر علی صاحب آئے، مفتی محمد صادق صاحب آئے، ماسٹر عبدالرحمان صاحب جالندھری آئے (جن کی کتاب ہے "میں مسلمان ہو گیا") بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی آئے، بھائی عبدالرحیم صاحب آئے یہ سب چھوٹی عمر کے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ انہیں بڑی پوزیشن حاصل ہوگئی۔ اِسی طرح درد صاحب بھی چھوٹی عمر میں ہی آئے تھے۔

پس میرے نزدیک اخراجات بچانے کا صحیح طریق یہ ہے کہ مبلغین کو نوجوانی کی عمر میں باہر بھیجا جائے اور پھر ایسے وقت میں بھیجا جائے جبکہ ان کی نئی نئی شادی ہوئی ہو اور ان کے صرف ایک یا دو بچے ہوں اور جب واپس آئیں تب بھی دو تین سے زیادہ ان کے بچے نہ ہوں۔

اِسی طرح جب تم اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاؤ تو ایسا نہ ہو کہ تم سارا دن اپنی بیویوں کے پاس ہی بیٹھے رہو اور تبلیغ کے لیے باہر نہ نکلو۔ یورپ کے سفر میں مجھے بعض یورپین مشنوں میں کام کرنے والے مبلغوں کے متعلق بتایا گیا کہ ان کے لیے گھر سے نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ سارا سارا دن بیویوں کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ جن مبلغین کی بیویاں اُن کے ساتھ گئی ہیں اُن میں سے میں نے صرف ایک مبلغ دیکھا ہے جو ہر وقت تبلیغ کے کام میں لگا رہتا ہے اور وہ چودھری عبداللطیف صاحب ہیں جو اِس وقت ہیمبرگ مشن (جرمنی) میں کام کر رہے ہیں۔ وہ نہایت نیک اور مخلص نوجوان ہیں اور ان کی بیوی ان کے ساتھ ہے۔ لیکن پھر بھی دین کے متعلق ان کے اندر اِس قدر فدائیت پائی جاتی ہے کہ وہ دینی کاموں کے وقت ان کی ذرا بھی پروانہیں کرتے اور ایک منٹ کے نوٹس پر باہر جانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں جب ہالینڈ مشن میں خرابی پیدا ہوئی اور ہمیں دوسرا مبلغ بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو اُس وقت اگر پاکستان سے مبلغ بھیجا جاتا تو اُس پر پانچ چھ ہزار روپے خرچ آ جاتا۔ ہم نے چودھری عبداللطیف صاحب کو لکھا کہ تم فوراً ہالینڈ پہنچ جاؤ۔ اِس پر باوجود اِس کے کہ اُن کے بیوی بچے ایک غیر ملک میں تھے وہ انہیں اکیلا چھوڑ کر فوراً ہالینڈ روانہ ہو گئے اور دوسرے ہی دن اُن کی تار آ گئی کہ وہ ہالینڈ پہنچ گئے ہیں۔ پھر وہ ایک ماہ تک وہاں رہے اور کام کرتے رہے اور اب اُن کا خط آیا ہے کہ چونکہ حافظ قدرت اللہ صاحب ہالینڈ پہنچ گئے ہیں اِس لیے مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے ملک میں واپس جا کر تبلیغ کا کام سنبھالوں۔ گویا اب بھی انہوں نے یہ شکایت نہیں کی کہ اُن کے بیوی بچے جرمنی میں ہیں اس لیے اُنہیں وہاں جلد پہنچنا چاہیے۔ پھر اِس خط کے ساتھ ہی انہوں نے ایک جرمن ڈاکٹر کی بیعت کی اطلاع بھی بھیجی ہے۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جب دیتا ہے تو چھپّر پھاڑ کر دیتا ہے۔ وہ ہالینڈ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خالی

نہیں رہنے دیا۔ بلکہ وہاں بھی ایک جرمن ڈاکٹر کو جو میڈیسن کے ڈاکٹر ہیں ان کے ذریعہ احمدیت میں داخل کرا دیا۔ اب دیکھو! یہ الٰہی فضل ہے جو ان کے اخلاص کی وجہ سے ان پر نازل ہوا ورنہ چودھری عبداللطیف صاحب کی بیوی شروع میں غیراحمدی تھی اور مجھے یہ بات پسند نہیں تھی کہ ان کی شادی اس جگہ ہو۔ لیکن چونکہ ان کے ماں باپ نے اصرار کیا اس لیے میں نے بھی اجازت دے دی لیکن خداتعالیٰ نے اس عورت کو اسلام کی خدمت کی توفیق دی اور وہ اس طرح کام کر رہی ہے کہ اسے دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کام کی جتنی توفیق اسے ملی ہے اتنی کسی پرانی احمدی عورت کو بھی نہیں ملی۔ پھر چودھری عبداللطیف صاحب بھی بڑے نیک نوجوان ہیں۔

میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ میں جرمنی میں ایک ڈاکٹر سے مشورہ لینے موٹر پر جا رہا تھا کہ میرے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر ایک ہندو ڈاکٹر بیٹھا تھا۔ جو بیس سال سے جرمنی میں رہتا ہے ۔ وہ مُڑ کر کہنے لگا میں دہریہ ہو چکا تھا لیکن آپ کے مبلغ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میں دین کا قائل ہو گیا ہوں۔ میں نے کہا میں تو اُس وقت تک یہ بات نہیں مانوں گا جب تک تم پورے مسلمان نہ ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ لطیف صاحب کو سلامت رکھے۔ اگر اُن کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا رہا تو میں پورا مسلمان بھی ہو جاؤں گا۔ پھر ان کی بیوی کے اندر تبلیغ کا اِس قدر احساس پایا جاتا ہے کہ وہاں ایک عورت ہے جو مرتد ہو چکی ہے۔ ایک دن جس ہوٹل میں ہم ٹھہرے تھے اس میں وہ بھی آ گئی۔ لیکن جونہی وہ عورت ہوٹل میں آئی چودھری عبداللطیف صاحب کی بیوی اُس سے بڑی محبت کے ساتھ ملی اور اُس کی خاطر تواضع کرنے لگ گئی۔ جب وہ واپس چلی گئی تو ہماری عورتوں نے اس سے کہا کہ تم تو کہتی تھیں کہ یہ عورت مرتد ہو گئی ہے اور سلسلہ کی مخالفت کرتی ہے اور اب وہ آئی ہے تو تم نے اُس کی خاطر تواضع شروع کر دی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ اگر ہم اِس طرح نہ کریں تو یہ لوگ مسلمان کیسے ہوں۔ غرض ان کی بیوی بھی تبلیغ کے کام میں ان کا پورا پورا ہاتھ بٹا رہی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی صحت اچھی نہیں۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے تا کہ جرمنی میں تبلیغ کا کام اَور بھی زیادہ وسیع ہو سکے۔ اس وقت وہ سلسلہ کے چوٹی کے مخلص نوجوانوں میں سے ہیں اور ابھی تک

میرے علم میں ان کی کوئی مالی یا تبلیغی کوتاہی نہیں آئی۔
میرا اِس سے یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مبلغ مخلص اور سلسلہ سے محبت رکھنے والے نہیں۔ اگر کوئی ایسا نتیجہ نکالتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ میں اِس وقت دوسروں کی تنقیص نہیں کر رہا بلکہ صرف ایک مبلغ کی خوبی بیان کر رہا ہوں ورنہ ہمارے کئی دوسرے مبلغ بھی بڑا اچھا کام کرنے والے ہیں۔ مثلاً خلیل احمد صاحب ناصر ہیں۔ وہ بھی اچھے مبلغ ہیں۔ گو اَب شکایت آ رہی ہے کہ امریکہ کا مشن کمزور ہو رہا ہے۔ شاید میرا خطبہ اُن کے پاس پہنچے تو وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ اِسی طرح مولود احمد صاحب ہیں وہ بھی خداتعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہے ہیں۔ انہوں نے انگلستان کے مشن کا کام خوب سنبھالا ہے۔ پھر جہاں تک تبلیغ کا سوال ہے شیخ ناصر احمد صاحب بھی بڑے اچھے مبلغ ہیں اور ان میں اِس قدر اخلاص پایا جاتا ہے کہ جب بھی انہیں لکھا جاتا ہے کہ فلاں دوائی بھیج دو تو چند دن میں ہی وہ دوائی آ جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ اپنے کاموں سے اِن باتوں کے لیے کس طرح وقت نکال لیتے ہیں۔ چودھری عبداللطیف صاحب کا بھی یہی حال ہے اِدھر اُنہیں خط لکھا جاتا ہے اور اُدھر دوائی آ جاتی ہے۔ یہ دونوں نہایت اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ لیکن شیخ ناصر احمد صاحب کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ انہوں نے وہاں شادی کر لی ہے اس لیے اب وہ مرکز میں کام کرنے کے قابل نہیں رہے۔ ہاں وہاں وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ وہ جرمن زبان میں ایک رسالہ نکالتے ہیں جس کے متعلق رپورٹ آئی ہے کہ اس رسالہ کی دور دور سے مانگ آ رہی ہے۔ یونیورسٹی کے طلباء انہیں بُلا بُلا کر تقریریں کراتے ہیں اور اُن سے اسلام کی تعلیم سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک مرکز میں رہ کر کام کرنے کا سوال ہے ہم سمجھتے ہیں کہ انہیں وہاں شادی کر لینے کی وجہ سے مشکل پیش آئے گی۔ ہر مرد کو اپنی بیوی پر حُسنِ ظنی ہوتی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ جب میرا یہ خطبہ اُن کے پاس پہنچے تو وہ ہنس پڑیں اور کہیں حضرت صاحب کو میری بیوی کے متعلق کیا علم ہے کہ وہ کیسی مخلص ہے۔ میں مرکز کی طرف ایک قدم جاؤں گا تو وہ بیس قدم جائے گی۔ لیکن ہمارا تجربہ یہی بتاتا ہے کہ وہ مرکز کی طرف ایک قدم آئیں گے تو اُن کی بیوی بیس قدم پیچھے جائے گی اور ایک دن انہیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو رکھیں یا مرکز میں رہیں۔ ہاں

خداتعالیٰ اُن کی بیوی کو اِس امر کی توفیق دے دے تو یہ اُس کا احسان ہے۔ ویسے وہ ایک مخلص نوجوان ہیں اور اگر انہوں نے وہاں شادی کر لی ہے تو انہوں نے اسلام کی تعلیم کے خلاف نہیں کیا۔ اس لیے دعا ہے کہ خداتعالیٰ اُن کی بیوی کو توفیق دے کہ وہ اُن کے دینی کاموں میں روک نہ بنے۔ لیکن جہاں تک ہمارا پہلا تجربہ ہے وہ یہی ہے کہ یورپین عورتیں دینی کاموں میں روک بن جایا کرتی ہیں۔ اور قرآن کریم بھی کہتا ہے کہ تمہاری بیویاں اور تمہاری اولادیں بعض دفعہ فتنہ بن جاتی ہیں۔2

ہاں! عرب ممالک میں شادی اس قسم کے نتائج پیدا نہیں کرتی۔ عرب ممالک میں سے سادہ ترین ملک فلسطین ہے۔ ویسے دوسرے علاقوں میں بھی ایسی عورتیں مل جاتی ہیں جو ہمارے تمدّن کو برداشت کر لیتی ہیں۔ لیکن یورپین عورتیں اِس طرح نہیں کرسکتیں۔ صرف ایک عورت میں نے ہالینڈ میں ایسی دیکھی ہے جس نے ایک مصری نوجوان سے شادی کی ہوئی ہے اور اسلامی تمدن کی فضیلت پر پادریوں سے بحثیں کرتی رہتی ہے۔ وہ مجھے ملی تو اُس نے بتایا کہ میں پادریوں کو کہا کرتی ہوں کہ تم اسلام پر تعدّدِ ازدواج کی وجہ سے اعتراض کیا کرتے ہو۔ لیکن اگر سوکن آئے گی تو ہم پر آئے گی مردوں پر تو نہیں آئے گی۔ پھر تم ناراض کیوں ہوتے ہو؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تم مرد ہو اور سوکن تم نے لانی ہے۔ تمہیں اِس بارہ میں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔

پھر لطیفہ کے طور پر اُس نے بتایا کہ میں ان سے کہا کرتی ہوں کہ ہمارے ہاں لمبے عرصہ تک ملاقاتوں کے بعد شادیاں ہوتی ہیں لیکن پھر بھی بیویوں اور خاوندوں میں لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اگر دس گیارہ سال کی ملاقاتوں اور سینما دیکھنے کے بعد بھی کسی کی شادی ہو جائے اور پھر گھر میں اُن کی لڑائی ہو جائے تو ایسی صورت میں اُس عورت کو سارا دن اپنے خاوند کا غصہ بھرا چہرہ دیکھنا پڑے گا۔ لیکن اسلام نے مرد کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور اِس کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے کہ ہر بیوی کو نان و نفقہ کے علاوہ علیحدہ مکان بھی دیا جائے۔ اِس صورت میں مَیں دوپہر تک تو اُس کا منہ دیکھوں گی لیکن اس کے بعد اسے دوسرے گھر میں دھکیل دوں گی اور اپنی سوکن سے کہوں گی کہ اتنی دیر تک تو میں نے

اس کا منہ دیکھا ہے۔ اب شام تک تُو اِس کا منہ دیکھ۔ پھر اُس نے کہا کہ ہمارے ملک میں سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ یہاں اچھے خاوند نہیں ملتے۔ اگر اچھے خاوند مل جائیں تو چاہے وہ آٹھ آٹھ بیویاں کریں ہمیں اس کی پروا نہیں۔

میں نے لندن میں وہاں کے ایک بہت بڑے آدمی کو جو ایک بہت بڑے ''اوپیرا''3 کے انچارج ہیں اور بارہ چودہ سو پونڈ ماہوار کماتے ہیں یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا آپ ہالینڈ کی بات کر رہے ہیں میں لندن میں دس ہزار ایسی عورتیں دکھا سکتا ہوں جو سوکنوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ انہیں اچھے خاوند مل جائیں۔ مشکل صرف یہ ہے کہ ہمارے ہاں اچھے خاوند نہیں ملتے۔ اگر اسلامی تعلیم کے مطابق خاوند مل جائیں تو عورتوں کو تعدّدِ ازدواج کے مسئلہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی تعلیم کے متعلق یورپین لوگوں کے دماغوں میں بہت بڑا تغیر پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس تغیر کے نتیجہ میں اگر تم وہاں شادی کرو تو وہ شادی بھی تمہارے لیے مفید ہو۔ ایک میراثی کا لطیفہ مشہور ہے۔ وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا اور گھر میں بیکار بیٹھا رہتا تھا۔ اس کی بیوی نے اس سے بارہا کہا کہ تم کوئی کام کرو۔ لیکن وہ اسے ہر دفعہ یہ کہہ کر ٹال دیا کرتا تھا کہ کام ملتا ہی نہیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اُس ملک کی کسی اَور ملک سے لڑائی ہوگئی اور بادشاہ نے فوج میں بھرتی شروع کر دی۔ اُس وقت تنخواہ اگرچہ پانچ چھ روپیہ ہی تھی لیکن بیکار رہنے کی نسبت اِس قدر قلیل تنخواہ بھی غنیمت تھی۔ چنانچہ اس کی بیوی نے کہا کہ تم فوج میں ملازم ہو جاؤ۔ میراثی نے کہا تم عجیب عورت ہو۔ بیویاں تو اپنے خاوندوں کی بڑی خیرخواہ ہوتی ہیں اور تم مجھے مروانے کے لیے بیٹھی ہو۔ اس پر اس کی بیوی نے کہا میں تمہیں بتاتی ہوں کہ ہر شخص جو فوج میں جاتا ہے وہ مر نہیں جاتا بلکہ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو بچ کر آ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے چکی لی اور اس میں دانے ڈال کر آٹا پیسنا شروع کیا تو کچھ دانے صحیح و سالم نکل آئے۔ اس نے اپنے خاوند کو بلایا اور کہا دیکھو جن کو خدا تعالیٰ نے بچانا ہوتا ہے وہ اِسی طرح چکی کے پاٹوں سے بھی صحیح و سالم نکل آتے ہیں۔ اِس پر میراثی نے کہا مجھے تُو پسے ہوئے دانوں میں ہی سمجھ لے۔ پس تم بھی یہ خیال نہ کرو

کہ جو تغیر مغربی ممالک میں ہو رہا ہے اس کے نتیجہ میں وہاں کی عورتیں تمہیں اسی طرح اسلام کی خدمت کرنے دیں گی جس طرح تم اب کر رہے ہو۔ بلکہ وہ تمہارے کاموں میں روک بنیں گی اور تمہیں مرکز میں کام کرنے کے بالکل ناقابل بنا دیں گی۔

پس میں طلباء سے کہتا ہوں کہ تم خود بھی ان امور پر غور کرو اور وکالتِ تبشیر کے افسروں سے بھی تبادلۂ خیالات کرو اور انہیں کہو کہ وہ تمہیں ایسے وقت میں باہر بھیجا کریں جب تمہاری شادی پر زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو۔ بلکہ یا تو تمہارا کوئی بچہ نہ ہو اور اگر ہو تو صرف ایک بچہ ہو اور واپسی پر بھی دو یا تین بچے ہوں تا کہ سلسلہ پر زیادہ بار نہ پڑے۔ دوسرے اس بات پر اصرار نہ کرو کہ تمہارے سفر کا انتظام ہوائی جہاز میں ہی کیا جائے۔ میں نے دیکھا ہے ہندو تاجر تجارت کے لیے باہر جاتے ہیں تو وہ عموماً ڈیک پر سفر کیا کرتے ہیں۔ 1924ء میں جب میں نے انگلستان کا سفر کیا تو جماعت کے دوستوں نے مجھے مجبور کیا کہ خلیفہ ہونے کی وجہ سے میں سیکنڈ کلاس میں سفروں کروں۔ میرے علاوہ صرف حافظ روشن علی صاحب کے لیے بوجہ اُن کی صحت کی خرابی کے اَپر کلاس میں انتظام کیا گیا تھا۔ باقی سارے ساتھیوں نے جن میں خان صاحب ذوالفقار علی خاں صاحب جیسے دوست بھی شامل تھے تھرڈ کلاس میں سفر کیا۔ اِسی طرح جب میں نے حج کیا تو میں نے دیکھا کہ بعض نواب بھی ڈیک پر سفر کر رہے تھے۔ اب تو مبلغین کو کمرے مل جاتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں یہ اصرار ہوتا ہے کہ انہیں ہوائی جہاز پر بھیجا جائے۔ اِس نقص کو دور کرو اور سمندری جہازوں میں سفر کرنے کی عادت ڈالو۔ پھر شادیوں کا پروگرام ایسی طرز پر بناؤ کہ اگر تمہاری بیویوں کو ساتھ بھیجا جائے تو اخراجات کا زیادہ بوجھ نہ پڑے اور وہاں بھی بچے پیدا کرنے میں احتیاط سے کام لو تا تمہارے واپس بلانے پر زیادہ خرچ نہ ہو۔ اگر تم اس طرح کرو تو ہم مبلغین کو جلدی جلدی مرکز میں بلا سکیں گے اور جماعت پر بھی زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ یہ باتیں ہیں جن کو تم خود بھی سوچو اور پھر دلیری سے ان کے متعلق اپنے افسروں سے بھی مشورہ کرو مگر یاد رکھو! افسر بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض افسر ایسے ہوتے ہیں جو جلد اُکتا جاتے ہیں۔ اس لیے اگر تمہارے افسر تُرش روئی سے کام لیں تو بُرا نہ مناؤ بلکہ ہنس کر کھڑے ہو جاؤ اور کہو کہ اگر آپ کو اِس وقت فرصت نہیں تو میں

پھر کسی وقت حاضر ہو جاؤں گا۔ گو بعض لوگ غلطی سے آتے ہی ایسے وقت میں ہیں جب دوسرا تھکا ہوا ہوتا ہے اور وہ اُن کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔

مثلاً اِسی لاہور کے سفر میں ایک دن کالج کے طلباء مجھ سے ملنے کے لیے آ گئے۔ جن کے سامنے مجھے تقریر کرنی پڑی۔ پھر سی۔ایس۔پی کے کئی نوجوانوں سے گفتگو کرتا رہا اور اِس قدر تھک گیا کہ مجھے آرام کی ضرورت محسوس ہوئی مگر ابھی میں فارغ ہی ہوا تھا کہ ایک نوجوان آ گیا اور اُس نے کہا کہ مجھے آپ سے ضروری کام ہے۔ میں نے سمجھا کہ وہ سیڑھیوں میں بات کر لے گا۔ مگر وہ میرے کمرے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ اُسے ہڑڑ پوپو 4 بننے کا شوق ہے اور وہ اس سلسلہ میں بہت سے کاغذات اپنے ساتھ لایا تھا۔ میں کمرہ میں گیا تو اُس نے کہا میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد اس نے ہاتھ کی لکیروں کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور مجھے کہنے لگا آپ یہ لکیر دیکھیں وہ لکیر دیکھیں۔ میں نے کہا میری نظر کمزور ہے اور میں رات کو پڑھ نہیں سکتا مگر وہ پھر بھی یہی کہتا رہا کہ اچھا آپ یہ لکیر دیکھیں اور دیر تک ان کے متعلق باتیں کرتا رہا۔ میں اُٹھنے لگا تو کہنے لگا میں تو آپ سے اس علم کے بارہ میں اپنی مشکلات حل کرانے آیا تھا۔ میں نے کہا میں تو اس علم سے واقف ہی نہیں۔ پھر اگر صحت اچھی ہوتی تو میں مطالعہ کر کے کچھ معلومات حاصل کر سکتا لیکن اب تو بیماری کی وجہ سے مطالعہ بھی نہیں کر سکتا۔ اِس پر وہ بڑا مایوس ہو کر کہنے لگا کہ پھر تو کچھ بھی نہ ہوا۔ میں نے کہا پھر میں کیا کر سکتا ہوں اور میں معذرت کر کے آ گیا۔

اِسی طرح اگر تم بھی اپنے افسروں کے پاس جاؤ اور وہ کسی وقت توجہ سے کام نہ لیں تو گھبراؤ نہیں بلکہ کہو کہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس وقت آپ کو فرصت نہیں میں پھر کسی وقت آ جاؤں گا۔ بہرحال اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے افسروں کو اس بارہ میں کیا کیا مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ایک دفعہ وکیل التبشیر صاحب نے مجھ سے کہا کہ مبلغین کی بیویاں اُن کے ساتھ جانی چاہییں۔ اس سے اخراجات میں بہت کمی ہو جائے گی۔ لیکن دوسرے سال جب کارکنوں کو تنخواہیں نہ ملیں تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ تو کہتے تھے کہ مبلغین کی بیویاں ساتھ بھجوانے سے اخراجات کی کمی ہو گی لیکن اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ کارکنوں کو

تنخواہیں بھی نہیں مل سکیں تو انہوں نے کہا اصل میں اندازہ میں غلطی ہوگئی تھی۔ پس انہیں بھی سوچنے کا موقع دو اور خود بھی غور کر کے ان سے اس بارہ میں تبادلۂ خیالات کرو۔

میں نے جو سکیم بنائی ہے وہ یہ ہے کہ شادی کے معاً بعد مبلغ کو بھیج دیا جائے یا پھر اس کی شادی پر صرف اتنا عرصہ ہی گزرا ہو کہ اُس کا ایک بچہ ہو یا دو بچے ہوں لیکن دفتر والوں نے پرانے مبلغین کو اہل و عیال کے ساتھ بھیجنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بجٹ ختم ہو گیا اور مجھے مہینوں لکھتے رہے کہ خطبہ پڑھیں کہ دوست تحریک جدید میں حصہ لیں تا کہ آمد ہو اور اس سے تنخواہیں ادا ہو سکیں۔ میں نے کہا مصیبت تو تمہاری اپنی پیدا کی ہوئی ہے اور خطبے میں پڑھوں۔ بہرحال میں نے خطبے پڑھے، دوستوں نے چندے دیئے اور یہ مصیبت ٹل گئی۔ پس اگر مبلغ کو ایسی عمر میں باہر بھیجا جائے کہ اُس کے دس گیارہ بچے ہوں تو نہ صرف ان کے اخراجاتِ سفر ہی اتنے زیادہ ہوں گے جو ناقابلِ برداشت ہوں گے بلکہ اُس ملک میں قیام کے اخراجات بھی بہت زیادہ ہوں گے۔ لیکن اگر شادی کے معاً بعد مبلغین کو باہر بھیج دیا جائے تو یہ مشکل پیش نہیں آئے گی۔ کرایہ بھی تھوڑا لگے گا اور وہاں قیام کے اخراجات بھی زیادہ نہیں ہوں گے۔ اور پھر خرچ کم ہوگا تو دفتر انہیں جلدی جلدی مرکز میں بلا سکے گا۔

پھر بعض مبلغ باہر بیٹھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ وکلاء کو کیمیا آتا ہے اور وہ جب چاہتے ہیں سکّے تیار کر لیتے ہیں کیونکہ وہ جاتے ہی لکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ اتنا روپیہ بھیج دو، اتنا خرچ بھیج دو حالانکہ پہلی بات تو یہی ہے کہ اگر پاکستانی چندہ دیتے ہیں تو ہالینڈ، انگلستان، جرمنی اور امریکہ والے کیوں چندہ نہیں دیتے؟ اب تو مبلغین کو کسی قدر چندہ لینے کی طرف توجہ پیدا ہو گئی ہے کیونکہ میں نے انہیں کہہ دیا ہے کہ ہم اُس وقت تک کوئی بیعت قبول نہیں کریں گے جب تک تم اُس کے ساتھ چندہ بھی نہ بھیجو۔ چنانچہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ چودھری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی نے ایک ڈاکٹر کی بیعت بھیجی تو اُس کے ساتھ چار روپے چندہ کی وصولی کی اطلاع بھی بھیجی۔ اور لکھا کہ ابھی ان کا کاروبار اچھا نہیں اس لیے آمد کم ہے ابھی انہوں نے صرف اتنا وعدہ کیا ہے کہ میں ہر ماہ چار روپے چندہ دوں گا لیکن جب آمد زیادہ ہو جائے گی تو چندہ کی مقدار بھی بڑھا دوں گا۔ انگلستان میں بھی ایسے لوگ

موجود ہیں۔ مجھے قیامِ انگلستان کے دوران میں بتایا گیا کہ فلاں شخص جس نے پچھلے سال بیعت کی ہے اڑھائی پونڈ یعنی ساڑھے سینتیس روپے ماہوار چندہ دیتا ہے۔

بہرحال اب میں نے قانون بنا دیا ہے کہ اُس وقت تک کوئی بیعت قبول نہ کی جائے جب تک کہ اُس کے متعلق یہ نہ بتایا جائے کہ وہ چندہ دینے لگ گیا ہے کیونکہ اگر اس نے اسلام کو سچا سمجھ کر قبول کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے لیے مالی قربانی نہ کرے۔ آخر یہ کونسی معقولیت ہے کہ پاکستانی تو سلسلہ کا بوجھ اُٹھائیں اور دوسرے ممالک کے لوگ بوجھ نہ اُٹھائیں۔ یہاں غریب غریب آدمی اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ دے رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوسرے ممالک کے لوگ قربانی نہ کریں اور وہ سلسلہ کا ہاتھ نہ بٹائیں۔ اِس وقت بیرونی جماعتوں میں سے ایسٹ افریقہ، ویسٹ افریقہ اور انڈونیشیا اپنا بوجھ آپ اُٹھا رہے ہیں۔ امریکہ کو ابھی پورا بوجھ اُٹھانے کی توفیق نہیں ملی۔ لیکن اگر کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ چند سالوں میں وہ اپنے سب اخراجات برداشت نہ کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں افریقیائی اور ایشیائی ممالک کے بعد امریکہ کا نمبر آتا ہے۔ ایشیا کے مشن قریباً سارے کے سارے اپنے اخراجات برداشت کر رہے ہیں۔ مثلاً دمشق کی جماعت ہے وہ چندہ کی بہت پابند ہے۔ وہاں کے امیر سید منیر الحصنی صاحب تو اِس قدر تندہی اور اخلاص کے ساتھ چندہ کی وصولی کا کام کرتے ہیں کہ گویا ہم نے انہیں یہاں سے اکاؤنٹنٹ بنا کر بھیجا ہے۔ وہ اپنے خطوط میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ اپنی آمد اور اخراجات کا حساب درج کرتے ہیں کہ اِتنی رقم آئی تھی، اِتنی فلاں جگہ خرچ ہوئی، اِتنی فلاں جگہ خرچ ہوئی اور اِس وقت ہمارے پاس اس قدر روپیہ ہے۔ اِسی طرح عدن کی جماعت بھی چندہ کی ادائیگی میں باقاعدہ ہے۔ ویسٹ اور ایسٹ افریقہ کی جماعتیں بھی اپنا خرچ خود برداشت کر رہی ہیں۔ انڈونیشیا بھی اپنا بوجھ خود اُٹھا رہا ہے۔ سیلون کی جماعت بھی اچھی ہے۔ برما بھی اب منظّم ہو رہا ہے۔ بہرحال چندہ کے سلسلہ میں افریقہ اور ایشیا کے ممالک سے اُتر کر امریکہ کا نمبر آتا ہے۔ اگر اِسی طرح آہستہ آہستہ سب ممالک نے اپنا بوجھ اُٹھا لیا تو امید ہے کہ کام میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

پس ان کاموں کے لیے دعائیں کرو اور خود بھی سوچو کہ مبلغین کو کس وقت اور کس عمر میں باہر بھیجنا چاہیے تا کہ جماعت پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور اس کے لیے کیا کیا تدابیر اختیار کرنا سلسلہ کے لیے ضروری ہیں"۔ (الفضل یکم مارچ 1956ء)

1: لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل:32)

2: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التغابن:15،16)

3: اوپیرا(OPERA) : ایسا ڈرامہ جس میں موسیقی کا عنصر غالب ہو۔اوپیرا میں ہر مکالمہ گایا جاتا ہے۔

4: ہڑڑپوپو: فال دیکھنے والا، رمّال، نجومی نیز جعلی پیر، جعلی سادھو۔ (اردو لغت تاریخی اصول پر۔ جلد 21 صفحہ 806 کراچی 2007)